Lesson 4: Hud (Ayaat 84- 101): Day 15

سُوۡرَةُ هُود کی تفسیر

آیت 87۔ نماز کا طعنہ

قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا‌ ؕ اِنَّكَ لَاَنۡتَ الۡحَـلِيۡمُ الرَّشِيۡدُ ﴿۸۷﴾

انہوں نے جواب دیا "اے شعیبؑ، کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو؟ بس تو ہی تو ایک عالی ظرف اور راستباز آدمی رہ گیا ہے!"

يٰشُعَيۡبُ۔ جاہل قومیں اپنے نبیوں کا نام لیتی ہیں اور اُنکو 'یا' کہہ کے پُکارتی ہیں۔ اللہ کے نبیؐ کی زندگی میں کسی کو جرأت نہیں تھی کہ آپکو 'یا محمدؐ' کہہ کے پُکارے۔ سورۃ حجرات میں ہم پڑھیں گے 'بدو'، دیہاتی، سیدھے سادھے لوگ کبھی کبھی آ کے آوازیں لگاتے تھے "یا محمدؐ اُخرُج" اے محمدؐ اپنے حُجرے سے باہر نکلیے۔ تو آیت نازل ہوگئی کہ نبیؐ کو ایسے نہ بُلایا کرو جیسے آپس میں بُلاتے ہو۔ کسی بڑے بندے کو بُلانے کا انداز عام نہیں ہونا چاہیئے۔ صحابہ اکرام نبی کریمؐ کو کیا کہتے تھے 'یارسولؐ اللہ'۔ یہ کب کہتے تھے، جب نبی کریمؐ زندہ تھے۔ جب نبی کریمؐ دینا سے چلے گئے تو 'یا' کا لفظ ہٹ گیا۔ کیوں کہ یا خطاب کا صیغہ ہے۔ ہم زندہ کو اے فلاں بُلا سکتے ہیں لیکن مرنے والے کو نہیں بُلا سکتے۔

قومِ موسیٰؑ نے بھی نبی کا نام لیا۔ اور یہاں حضرت شعیبؑ کو بھی نام لے کے بُلا رہے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو خود کو بڑا سمجھتے ہیں۔ شعیبؑ کو تو وہ مولوی سمجھتے تھے۔ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ

اَبَآؤُنَآ۔ کیا شعیبؑ نے اُنہیں نماز کا حکم دیا تھا۔ شعیبؑ نے پوری تبلیغ میں ایک دفعہ بھی نماز کا ذکر نہیں کیا۔ تو یہ نماز کا ذکر کیوں کیا؟

اس لیئے کہ ہر دور میں ہر معاشرے میں نماز کو دلیل بنایا جاتا ہے۔ آج بھی لوگ کسی کی کوئی خرابی دیکھیں تو کہتے ہیں، یہ ہیں نمازی، حاجی، یہ دیکھئے ہیں داڑھی والے۔ جس کی جتنی لمبی بُرائی کرنی ہو اُتنی لمبی داڑھی بنا لیتے ہیں۔ داڑھی والا جھوٹ نہیں بول سکتا، بغیر داڑھی والے کی تو کوئی مجبوری ہو سکتی ہے۔ یہ لوگوں کی سوچ ہے اور یہ let dwon کرنے کا انداز ہے۔

آپ اپنے اوپر لیں۔ آپ کسی کو دین کی بات سکھائیں اور وہ سڑک پہ کھڑے لوگوں کے ساتھ ڈسکس کرتے دِکھیں کہ دیکھو تم کیا بات کرتے ہو۔ تم اپنی نمازوں کی یہ بات کرتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے چھوڑیں۔ نہیں اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِیۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی بھی نہ کریں۔ ہمارا پیسہ، ہم جیسے مرضی استعمال کریں۔ کیا اپنے

سازوسامان کو ہم اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتے۔ آج بھی یہی ہے جسے sacret right of worship کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسلام میں ملکیت کا کیا تصور ہے، ہم اپنی مرضی سے کام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کیوں کچھ بولتے ہیں۔ سیکولرازم کا نام آپ نے سنا ہو گا۔ روس نے کیا نعرہ لگایا تھا کہ سارا دن پیسے کماؤ اور شام کو گورنمنٹ کے بینک میں جمع کروا دو۔ آپ جتنا بھی کمائیں، آپکو گورنمنٹ کے اکاونٹ میں ہی جمع کروانا پڑے گا اور مہینے کے آخر میں حکومت آپکو ایک جیسا الاؤنس دے گی۔ بیس ہزار کمانے والے کو بھی اُتنا ہی الاؤنس ملے گا، جتنا پانچ ہزار کمانے والے کو ملتا ہے۔ تو ایسے میں کون محنت کرے گا۔ اس طرح حکومتیں فلاپ ہو گئیں۔

اسلام کیا کہتا ہے؛

1۔ "سب کچھ اللہ کا ہے"

2۔ کہ دنیا کا ساز و سامان انسانوں کے پاس اللہ کی امانت ہے۔

3۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس مال کو اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں استعمال کر سکتے۔

4۔ اللہ جو بھی چیزیں ہمیں دیتا ہے اس کے بارے میں ہم سے حساب لے گا۔

اسلام ملکیت کے کسی مقدس حق کو نہیں مانتا۔ کیوں کہ یہ مال و دولت چند دن کی امانت ہے۔ اللہ کے پاس سب کو جانا ہے۔ لھٰذا حضرت شعیبؑ کو قوم نے طعنہ دیا کہ تم ہمیں کیوں روکتے ہو۔ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ۔ یہ الْحَلِيْمُ اور الرَّشِيْدُ کیوں کہہ رہے ہیں۔ یہ تعظیم اور تکریم نہیں ہے بلکہ طعنے ہیں۔ تم اتنے بڑے بنتے ہو، اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھتے ہو۔

اس بات کو اپنے اوپر لے کے دیکھیں۔ آپ کسی کو دین سکھانے جائیں اور لوگ آگے سے باتیں کریں۔ کبھی بھی درسوں میں ایسی باتیں نہ کریں جو مسائل کھڑے کریں۔ لوگ فقہی سوالات پوچھتے ہیں۔ میں اُنہیں کبھی خود سے جواب نہیں دیتی۔ اُنہیں گائیڈ کر دیتی ہوں کہ آپ فلاں ویب سائٹس کو دیکھ لیں۔ وہاں سے آپکو ساری انفارمیشن مل جائے گی۔ جب گراؤنڈ نہیں بنی ہوتی تو اس طرح کے راہ جاتے سوال مسئلہ بن جاتے ہیں۔ اور ان باتوں کی وجہ سے اکثر لوگ دین سے دور ہو جاتے ہیں۔ حضرت شعیبؑ نے کوئی ایسی بات نہیں چھیڑی تھی لیکن قوم جان بوجھ کے اُنہیں غصہ دلا رہی ہے کہ اللہ کرے یہ ہماری ان باتوں سے ناراض ہو جائیں، اور اس کام کو کرنا چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ

لوگوں کی نفسیات بتا رہے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جب کسی کو کسی بُرائی سے ٹوکتے دیکھتے ہیں تو بُرائی سے روکنے والے کی خامیاں ٹٹولنے لگتے ہیں۔ اَصَلٰوتُكَ کے معنی دین کے بھی ہیں کیونکہ نماز دین کی علامت ہے۔ جس کے مفسرین نے کئی مختلف معنی لیئے۔

1۔ صلوٰۃ بمعنی نماز

2۔ صلوٰۃ بمعنی دُعا

3۔ صلوٰۃ ایمان کے معنوں میں۔ یہ تینوں موضوع قرآن میں موجود ہیں۔

4۔ صلوٰۃ قرأت کے معنوں میں

5۔ صلوٰۃ دین کے معنوں میں بھی ہے۔

یعنی تمہاری نماز، دعا، ایمان، قرأت اور دین یہ سب تمہیں یہ حکم دیتی ہیں کہ تم ہم سے ایسی باتیں کرو۔ کچھ لوگ دنیاوی معاملات میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ آپکو مارکیٹ میں ہر جگہ نظر آئیں گے۔ بہت بھاؤ تاؤ آتا ہے لیکن وہی لوگ راتوں کو بُتوں کے آگے کھڑے نظر آتے ہیں۔ وہاں ساری عقل ختم ہو جاتی ہے۔ تو کیا پتہ چلا کہ وہ دماغ جو پیسہ کمانے میں اتنا ماہر ہے وہ بنانے والے کو پہچان ہی نہیں پا رہا۔ کیونکہ عقل پہ پردہ ہے۔ باپ دادا کی محبت کا۔ اور مال کی محبت کا۔ ایک اور بات پتہ چلی کہ نماز کا طعنہ ہر دور میں ملتا ہے۔ حضرت شعیبؑ کو نماز سے واقعی ہی بہت رغبت تھی۔ فارغ وقت میں نوافل پڑھا کرتے تھے۔

نماز اللہ سے تعلق کی علامت ہے۔ اور لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے۔

نماز پڑھنے والے سے لوگ بہت خوفزدہ ہوتے ہیں۔ نماز رعب ڈال دیتی ہے۔ کبھی کوئی بندہ یا بندی آپ سے زیادتی کر رہے ہوں، فوراً مصلہ پکڑیں اور کھڑے ہو جائیں۔ اگر کوئی آپ کو اس حالت میں تھپڑ بھی مار دے تو مارنے دیں۔ آپ اس چیز کا ایک اثر دیکھیں گی۔ اُسکے خلاف ایک لفظ نہ بولیں۔ کیوں کہ نیکی اور ایمان کا رعب ہوتا ہے۔ اور اگر ہم بھی بول رہے ہوں تو بالکل اُسی طرح لگیں گے جس طرح کچھ دیر پہلے دوسرا شخص ہمیں لگ رہا تھا۔

یہ مَا نَشٰٓؤُ۔ آج بھی بہت سارے لوگوں کا یہ مسئلہ ہے کہ مال ہمارا ہے۔ ہم جیسے مرضی خرچ کریں۔ ہم لاکھ کا جوڑا بنائیں یا اس سے زیادہ کا، آپکو کیا لگے۔ جب آپ اپنے مال کے چکر میں گھروں پہ، بچوں پہ، خود پہ لگائیں گے تو یہ کبر کی بھی علامت ہے۔ کسی نے کہا کہ کیا فرق پڑتا ہے اگر اتنا کمانے کے بعد کوئی اپنے بچے کی شادی پہ پچاس، ساٹھ لاکھ خرچ کر لے۔ تو سُننے والے نے کہا کہ حق حلال اور محنت سے کمایا ہوا پیسہ ایسے نہیں لگتا۔ easy come, easy go والی کیفیت ہوتی ہے۔ ابھی چند دن پہلے پتہ چلا کہ کسی نے شادی پہ 75 ہزار پاؤنڈز خرچ کیئے۔ ایک سال بھی شادی نہیں چلی اور ختم ہو گئی۔ ایک اور شادی پہ اسی ہزار پاؤنڈز خرچ ہوا، دُلہا دُلہن ہیلی کاپٹر میں کہیں گئے۔ شادی پھر بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ یاد رکھیئے مال نشہ نہیں ہے، اللہ کی محبت کا نشہ ہے۔ اللہ جیسے چاہے گا ویسے خرچ کرنا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی مثال آپ کے سامنے ہے، حضرت ابو بکرؓ، عبدُالرحمٰن بِن عوف کی ہے۔ اپنی مرضی سے نہیں خرچ کرتے تھے۔ اور جو انسان اپنی ذات پہ خرچ کرتے ہوئے نہیں سوچتا تو سوچ میں پڑ جایئے کہ پھر اُس کا کیا حال ہونے والا ہے۔

متوازن رویہ کیا ہے کہ اللہ کے راستوں میں، لوگوں کی فلاح و بہبود پہ۔ خیر کے کاموں میں خرچ کرتے ہوئے بالکل نہ سوچیں۔ کہیں دیکھیں گے کل جو ہو گا۔ اور جہاں اپنی اپنے بچے کی ذات کی بات آجائے تو دس دفعہ سوچیں۔ یہاں الْحَلِیمُ کا لفظ آیا ہے۔ حلیم کہتے ہیں تحمل، وقار اور متانت کو۔ ایک ایسی کیفیت جو اپنے نفس اور طبیعت پر اتنا قابو رکھے کہ شدید سے شدید غصہ کے موقع پہ بھی بھڑک نہ اُٹھے۔ حریب کہتے ہیں اُس شخص کو جو شدید غصے میں اپنی زُبان اور اپنے نفس پہ قابو رکھے۔

آج کا سب سے مشکل سوال؟ خود سے پوچھئیے کیا میں حلیم ہوں۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہمیں کوئی کچھ کہہ کے جائے کدھر۔ کوئی شرک کرے، اللہ کے بیٹے بنائے ہم کچھ نہیں کہتے لیکن اگر کوئی میری اس پانچ چھ فُٹ کے وجود پہ بات کرے تو پھر دیکھیں میں اُسکا کیا حال کروں۔ تو جب تک علم کے ساتھ حِلم نہیں آئے گا، آپ خوبصورت نہیں ہونگے۔ عِلم سے حِلم کو ہٹا دیں تو پیچھے "کبر" رہ جاتا ہے۔ پھر انسان اور سخت ہو جاتا ہے۔ الرَّشِیدُ کو بھی سمجھ لیجئیے الغئی کا ہے متضاد ہے۔ رشید کہتے ہیں سمجھدار کو۔ مہذب ہونا، نیک چال ہونا اب ایک طرف تو نماز کا طعنہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف دو بہترین خوبیاں بیان کر رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟

کچھ تو کہتے ہیں کہ یہ طنز کے انداز میں ہے اور کچھ کہتے ہیں نہیں اتنی مخالفت ہونے کے باوجود نبی کے اخلاق کی بہترین گواہیاں دے رہے تھے۔ جیسے لوگ نبیؐ کی جان لینے کے درپہ تھے لیکن آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ تو یہاں سے یہ بات پتا چلتی ہے کہ دین کے کام کرنے والوں کو حلیم ہونے کی بہت ضرورت ہے ورنہ دوسروں سے لڑنے کی بجائے اپنوں سے ہی لڑ کے آجائیں گے۔ ہوتا کیا ہے کہ جب لوگوں کو اپنے لائف سٹائل پہ چوٹ پڑتی نظر آتی ہے تو گھبرا جاتے ہیں۔ نماز چھوڑنے

کو سوچ لیتے ہیں لیکن غلطی نہیں چھوڑتے۔ آپ اپنے اوپر لیں، اگر آپ کو کوئی یہ طعنہ دے تو آپ کیا کہیں گی، خُدا حافظ،، آج کے بعد میں نیکی کا کام نہیں کروں گی۔ اتنے تپاک سے درس پہ گئے اور آگے سے یہ طعنے مل گئے۔ یہ انا کے بڑے ہونے کی علامت ہے۔ نبی نے آگے سے کیا کیا؟ کہا انکو پکڑو، مارو،، نہیں۔ دین کے کام کرنے کے دو موٹوز ہیں۔ ایک اپنی ذات اور ایک دوسروں کی ذات۔ جو اپنی ذات کے لیئے کام کرتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے بارے میں سوچتے ہیں۔ مجھے کتنا فائدہ ہوا۔ کتنے لوگوں کو سکھایا اور میرے کتنے سٹوڈنٹس بن گئے۔ ایسے لوگ ہر وقت اپنے آپ کو ڈیفینڈ کرتے ہیں۔ حضرت شعیبؑ کی دعوت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہ کام اپنے لیئے نہیں کر رہے تھے۔ کیوں کہ جو اپنے لیئے یہ کام نہیں کر رہا ہو تا وہ اتنی کڑوی باتیں سُن کے بھی کیا کہتا ہے۔ آیت 88

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَرَزَقَنِىۡ مِنۡهُ رِزۡقًا حَسَنًا‌ ؕ وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰى مَاۤ اَنۡهٰٮكُمۡ عَنۡهُ‌ ؕ اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ‌ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ﴿۸۸﴾

شعیبؑ نے کہا "بھائیو، تم خود ہی سوچو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پر تھا اور پھر اس نے اپنے ہاں سے مجھ کو اچھا رزق بھی عطا کیا (تو اس کے بعد میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں میں تمہارا شریک حال کیسے ہو سکتا ہوں؟) اور میں ہر گز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر مجھے اچھے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ۔

حضرت شعیبؑ لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ میرا اخلاق، میرا کردار تو نبوت سے پہلے بھی مثالی تھا۔ ایک شریف النفس اور سلیم الفطرت انسان تھا۔ علم اور دلیل میرے پاس موجود تھی۔ اب کیا ہوا وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۔ اللہ نے اپنے پاس سے مجھے اچھا رزق بھی دیا۔ یہاں رزق سے مُراد "نبوت" ہے۔ معنوی رزق ہے۔ حضرت شعیبؑ قوم کو مالی خیانتوں سے روک رہے تھے۔ اس کے باوجود حضرت شعیبؑ امیر تھے۔ یہ قابلِ غور نقطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو کبھی اس حال میں نہیں رکھا کہ لوگ یہ کہنے پہ مجبور ہو جائیں کہ دیکھا، دین والوں کا حال کتنا بُرا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ نبی کریمؐ کے پاس بہت مال تھا۔ بہت سارے لوگ یہ سوچتے ہیں کہ نبیؐ غریب تھے۔ آپؐ غریب نہیں تھے۔ آپؐ کے پاس مال بہت آتا تھا لیکن ٹھہرتا نہیں تھا۔ ایک موقع پہ نبی کریمؐ نے سو(100) اونٹوں کی قربانیاں کیں۔ 63 اپنے ہاتھ سے کیں اور باقی 37 حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ کریں۔ کہاں سے آتا تھا۔ چندہ تو نہیں لیتے تھے۔ مال بہت تھا لیکن اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ حضرت شعیبؑ باوجود اس کے بہت مالدار تھے۔ بہت اعلیٰ طریقے سے کماتے تھے۔ اس کے باوجود وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۔ اللہ نے مجھے بہت اچھا رزق دیا ہے۔ میں کھاتا پیتا ہوں۔ میں بھی تو اسی شہر میں رہ کے کاروبار کرتا ہوں۔ میری بھی تجارت ہے۔ اور جس خیانت اور ہرا پھیری سے تمہیں منع کرتا ہوں میں خود بھی وہ نہیں کرتا۔ مُراد کیا ہے کہ آج کے دور میں بھی یہ ممکن ہے۔ میں حلال کماتا ہوں۔ اللہ کو بھی خوش کرتا ہوں اور اللہ کے بندوں کو بھی خوش کرتا ہوں۔ میرے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے۔ اللہ کو یہ بات بہت بُری لگتی ہے کہ جو بات تم کہتے ہو وہ کرتے نہیں ہو۔

میرا مقصد صرف اور صرف اصلاح ہے۔ میں خیر چاہتا ہوں۔ توفیق اللہ دیتا ہے۔ یہاں مَا اسْتَطَعْتُ ؕ سے ایک بات سمجھیئے کہ دین کا کام آپ نے اپنی استطاعت کے مطابق کرنا ہے۔ لوگوں کہ وجہ سے چھوڑنا نہیں ہے۔ دوسری بات کیا پتہ چلتی ہے کہ سب سے مشکل کام انسانوں کی اصلاح ہے۔ طویل طویل صبر والا کام ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِیٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اللہ کی توفیق کے بغیر یہ کام نہیں ہوتا۔

لفظ توفیق بہت خوبصورت ہے۔ و،ف،ق، "وفق" اردو میں موافقت لفظ کو سمجھتے ہیں، ملنا۔ دو چیزوں کا ملنا۔ اللہ کی مدد کا کسی چیز میں شامل ہو جانا۔ اسکو موافقت کہتے ہیں۔ ایک شخص گھر سے کچھ کمانے نکلتا ہے لیکن کوئی گاہک ہی نہیں ملتا کیونکہ اللہ کی توفیق شامل نہیں تھی۔ اور ایک دوسرا شخص ہے گھر سے کمانے نکلا، اللہ کی مدد شاملِ حال رہی اور خوب گاہک ملے۔ یہ جو ہم ہر وقت ایک لفظ بولتے ہیں کہ اچھا اگر اللہ نے توفیق دی تو کرلیں گے۔ یہ جھوٹ ہے کیوں کہ توفیق کے لیے شرط ہے کہ آپ پہل کریں، پھر اللہ آپکی مدد کرے گا۔

اور اصلاح کو کام کیسے مشکل ہے؟ اسکو سمجھنے کے لیئے آپ اپنے کسی کپڑے کو سوچیئے۔ آپ نے ایک بہت قیمتی اور نازک کپڑا اسلایا۔ درزی نے آپکا کپڑا اتنگ سی دیا۔ اب اُسے صحیح کرنے کے لیے اُدھیڑیں گے۔ اس کام کے لیے آپ سخت ہاتھ لگائیں گے۔ بعض اوقات اور خراب ہو جاتا ہے۔ اصلاح کے لیے نرم ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ معاشرے میں ہمیں بہت بگاڑ دِکھتا ہے۔ آج بھی ہے اور پہلے بھی تھا لیکن مُصلح کون ہوتا ہے جو خیر خواہی کے ساتھ کام کرے۔

ایک لفظ ہے ابلاغ، کہہ کے آگئے ہیں، پہنچا کے آگئے ہیں دین کا پیکیج۔ میری ذمہ داری ختم۔ رُخ اپنی طرف ہوتا ہے کہ میں درس دے آئی ہوں۔ کسی کو پہنچا ہے یا نہیں پہنچا کچھ پتہ نہیں۔ اس کے برعکس

کسی سوسائٹی میں بُرائیاں ہوں اور آپ کو وہاں بھیج دیا جائے اور کہا جائے کہ انکی اصلاح کریں تو پھر اصلاح کے لیئے حکمت، حِلم، رُشد اور تمام خوبیاں چاہیئے ہوتی ہیں جن کا یہاں ذکر ہے۔

اصلاح وقت لیتی ہے۔ ابلاغ فوری ہو جاتا ہے۔ 23 سال میں نبی کریمؐ کو یہ قرآن ملا۔ کیوں؟ کیوں کہ اصلاح تھی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اگر پہلے ہی عربوں کی ساری بُرائیوں پہ چوٹ ڈال دی جاتی تو لوگ اتنے آرام سے دین کو نہ لیتے جتنا بعد میں لیا۔ سود کے مسئلے کو سب سے آخر میں چھیڑا کیوں کہ دلوں کی اصلاح ہو چکی تھی۔ لھٰذا کرنا کیا ہے۔ اپنے آپ کو اصلاح پہ رکھیں۔

اگر آپ دیکھیں کہ اسکول میں پڑھانے کا طریقہ کیا ہے کہ اُستادوں کو پورے سال کا سلیبس دے دیا جاتا ہے۔ اب ٹیچر ہر روز بچوں کو زیادہ زیادہ پڑھاتی ہے کیوں کہ آخر میں اُسے ہیڈ کو رپورٹ دینی ہے۔ اسکے برعکس دین کی تعلیم کیسے دی جاتی ہے کہ جلدی جلدی پڑھو؟ نہیں بلکہ آہستہ آہستہ، سٹوڈنٹس سے رابطہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے کیا سیکھا، آپ کا کوئی سوال۔ دین کے اُستاد کی کوشش ہوتی ہے کہ اُس کے اندر اُترے۔ تو حضرت شعیبؑ کہہ رہے ہیں کہ میں تو یہ کام کرتا رہوں گا مَا اسۡتَطَعۡتُ۔ جب تک مجھ میں ہمت ہے۔ زندگی کے آخری دنوں تک تمہاری اصلاح کرتا رہوں گا۔ اور جو شخص انسانوں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ اللہ پہ توکل بھی کرتا ہے۔ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اُس کے بغیر بات نہیں بنتی۔ ایسا شخص اس بات کو اپنے لیے نعمت سمجھتا ہے کہ اللہ نے مجھے دین کے کام کرنے کے لیئے چُنا۔

جب لوگ بگاڑ کی طرف جاتے ہیں، لوگوں کی نسلوں کو بگاڑتے ہیں، تو انہیں دیکھ کر دل کُڑھتا ہے کہ اے اللہ یہ کیا کر رہے ہیں، انسانیت کو اتنے فتنے دیتے ہیں اور ایسے میں تو نے مجھے اصلاح کرنے کو

توفیق دی۔ ہماری مختلف جگہوں پہ کلاسز ہوتی ہیں تو ایک جگہ کوئی مسئلہ تھا۔ ہماری میٹنگ ہو رہی تھی اور میں مسلسل ایک ہی جملہ کہتی جا رہی تھی کہ آپ نے کوئی جھگڑا نہیں کرنا، آپ نے نہیں بولنا۔ اور میٹنگ ختم ہونے کے بعد میں اللہ سے رو رو کے باتیں کر رہی تھی کہ اللہ میں کل تیرے سامنے یہ کہنے والی بنوں گی کہ آج تک کسی کو منفی جملہ نہیں سکھایا، کبھی کسی کو یہ نہیں کہا کہ ہاں ذرا تم بھی مقابلہ کرو، تم بھی جواب دو۔ اے اللہ کل یہ قبول کر لینا۔ ہم نے اصلاح کی کوشش کی تھی۔ ہوئی ہے کہ نہیں، کس طرح کا کام ہو رہا ہے ہمیں نہیں پتہ، ہم نے بس کوشش کی ہے۔ لوگوں کو نہ بڑائی سکھائی ہے اور نہ بڑا بننا سکھایا ہے۔ اور یہی درد مندی ہے جسکو یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس رنگ میں کہہ دیا کہ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ۔ یہ توکل ہوتا ہے اور اس پہ یقین ہے کہ اللہ کی مدد آئے گی۔ اور پھر بھی باتیں اچھی نہ لگیں تو وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ

تو پھر میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں یہ ہوتا ہے بندہ مومن۔ لفظ اُنِيۡبُ کو بھی سمجھ لیں۔ نوب سے ہے۔ اردو میں کہتے ہیں کہ اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی، وہ بھی یہی ہے۔ ت کو ہٹا دیں تو پیچھے نوب ہے۔ بار بار لوٹنا، دین کے کام میں اُنیب بنے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ کئی ایسے ایشوز سامنے آجاتے ہیں کہ بندے کا سر سجدے میں جاتا ہے اور بندہ پھوٹ پھوٹ کے روتا ہے کہ اے اللہ اب تو بتا میں کیا کروں۔ کبھی میسج آجاتا ہے کہ کسی ساتھی کے ساتھ یہ مسئلہ ہو گیا ہے، کسی ساتھی پہ گھر سے پابندی لگ گئی ہے، اب یہ طوفان اُٹھ گیا ہے۔ میں تو پھر جواب ہی نہیں دے پاتی۔ میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ۔ یاد رکھیئے جس کا کام کرتے ہیں ہر لمحہ اُس کی ضرورت پڑے گی۔

لوگ دن میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں لیکن آپ اللہ کے کام کرتے ہیں تو شائد آپکو پانچ کے ساتھ پچاس بھی پڑھنی پڑیں۔ پچاس بار اللہ سے پوچھنا پڑتا ہے کہ اللہ اب تو بتا میں کیا کروں؟ جیسے ہماری اُنگلیاں فون پہ چلتی ہیں کہ ذرا مشورہ لے لوں لیکن یہ اللہ کی طرف بھاگتے ہیں۔ دین کا کام کرنے والا کبھی خود کو خود مختار نہیں سمجھتا۔ اور آپ دیکھیئے کہ حضرت شعیبؑ خطیب الانبیاء تھے۔ دُنیاوی سٹیٹس بھی اچھا تھا، دلیل بھی تھی، خوبصورتی تھی، اس کے باوجود وَمَا تَوْفِيقِيَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ آپ سکلڈ ہیں، آپکو بہت اچھی باتیں آتی ہیں، ایسے ایسے فتنوں میں گھِر جائیں گے کہ زُبان گُنگ ہو جائے گی۔ سمجھ ہی نہیں آئے گا کہ یہ ہوا کیا، میں اس میں کیا بولوں۔ لٰہذا اللہ سے تعلق کے بغیر آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ جس طرح آپ سیٹ بیلٹ لگائے بغیر گاڑی نہیں چلا سکتے یہ اصول ہے اسی طرح وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ اللہ کے تعلق کی سیٹ بیلٹ لگانا پڑتی ہے۔ ورنہ تو ایسا گھومیں گے کہ اللہ کی پناہ۔ جتنا آگے جاتے جائیں گے، پھنستے ہی جائیں گے۔ پھر ہم نہیں سیدھے ہونگے بلکہ لوگ ہمیں سیدھا کریں گے۔

آپ دس لوگوں کو دین کی بات بتاتے ہیں، جس دن اُن دس نے آپ کی کلاس لے لی تو گُھما کے رکھ دیں گے کہ آپ ہمیں دین سکھانے چلی ہیں، آپ اپنے بارے میں تو بتائیں۔ وہ آپکو دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ آپکا کیا عمل ہے، اور آپکے کیا رویئے ہیں۔ تو ایسے وقتوں میں جھگڑوں میں پڑنے کی بجائے لوگوں کا شعور بیدار کریں۔